نام کتاب ـــــــــ منتخب نصاب حصّہ پنجم (سورۂ عنکبوت - رکوع اوّل)

طبع اوّل (دسمبر 2005ء) ـــــــــ 1000

زیرِ اہتمام ـــــــــ انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی

~~پیشکش pdf format~~ از www.hamditabligh.net

کراچی میں لائبریریز اور مکتبہ جات کے پتے

1- قرآن اکیڈمی، خیابان راحت، درخشاں، فیز 6، ڈیفنس فون: 23-5340022

2- 11 - داؤد منزل‘ نزد فریسکو سوئیٹ‘ آرام باغ فون :2216586 - 2620496

3- حق اسکوائر‘ عقب اشفاق میموریل ہسپتال‘ بلاک 13-C‘ گلشنِ اقبال فون:65-4993464

4- دوسری منزل، حق چیمبر، بالمقابل بسم اللہ تقی ہسپتال، کراچی ایڈمنسٹریشن سوسائٹی فون: 4382640

5- قرآن مرکز، نزد مسجد طیّبہ، سیکٹر 35/A، زمان ٹاؤن، کورنگی نمبر 4 فون: 5078600

6- فلیٹ نمبر 2، محمدی منزل، بلاک ”K“، نارتھ ناظم آباد فون: 6674474

7- قرآن مرکز B-181، بالمقابل زین کلینک، نزد مادام اپارٹمنٹس، چھوٹا گیٹ، شارع فیصل۔ فون:4591442

8- قرآن اکیڈمی یٰسین آباد، فیڈرل بی ایریا بلاک 9 فون:6337361

9- فلیٹ نمبر A-104، اقراء کمپلیکس، بلاک 17، پرفیوم چوک، گلستانِ جوہر۔ فون:8268184

10- قرآن مرکز، R-20، پایونیئر فاؤنٹین، فیز 2، گلزارِ ہجری، KDA اسکیم 33 فون:4645101

11- متصل محمدی آٹوز، اسلام چوک، سیکٹر 11 1/2، اورنگی ٹاؤن۔ فون: 0320-5063398

12- قرآن مرکز لانڈھی، مکان نمبر 861، سیکٹر 37-D، لانڈھی نمبر 2، نزد رضوان سوئیٹس

13- رضوان سوسائٹی بس اسٹاپ، یونیورسٹی روڈ۔ فون: 8143055

منتخب نصاب کے تفصیلی دروس کی سماعت کے لئے حاصل کیجئے

الہدیٰ سیریز کے 44 آڈیو کیسٹس

الہدیٰ کمپیوٹر CD

منتخب نصاب حصّہ پنجم

درسِ اوّل: سورۂ عنکبوت آیات 1 تا 13

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الٓمّٓ (1) اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا

یُفْتَنُوْنَ (2) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا

وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ (3) اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا سَآءَ

مَا یَحْکُمُوْنَ (4) مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ وَّھُوَ

السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (5) وَمَنْ جٰھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ

الْعٰلَمِیْنَ (6) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ

وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (7) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ

حُسْنًا وَّاِنْ جٰھَدٰکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا اِلَیَّ

مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (8) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّھُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ (9) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ

فَاِذَا اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتْنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّکَ

لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمْ اَوَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ (10)

وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ (11) وَقَالَ الَّذِیْنَ

کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ وَمَا ھُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ

خَطَايَاهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (12) وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ

(13)

☆ تمہیدی نکات :

۱ - منتخب نصاب کے حصّہ پنجم کا درسِ اوّل سورۂ عنکبوت کے پہلے رکوع یعنی آیات 1 تا 13 پر مشتمل ہے۔

۲ - سورۂ عنکبوت کا زمانۂ نزول سن ۵ نبوی ہے۔ اِس زمانے میں سردارانِ قریش کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کا بازار بھرپور طریقہ سے گرم تھا۔ مکی دور کے ابتدائی تین برسوں میں دشمنانِ اسلام کی مخالفت زبانی کلامی تھی اور اُنہوں نے اپنے تمسخر و استہزاء کا ہدف نبی اکرم ﷺ کی ذات کو بنائے رکھا تا کہ آپ ﷺ کا حوصلہ پست ہوجائے، آپ ﷺ کی کمر ہمت ٹوٹ جائے اور آپ ﷺ اپنے مشن کو ترک کر دیں آپ ﷺ صبر واستقامت کا پہاڑ تھے۔ آپ ﷺ ثابت قدمی سے اور انفرادی رابطوں کے ذریعہ لوگوں تک پیغامِ حق پہنچاتے رہے۔ اِس کے نتیجہ میں نوجوانوں اور غلاموں کی ایک بڑی تعداد ایمان لے آئی۔ نبوت کے چوتھے برس آپ ﷺ نے علی الاعلان دین کی دعوت دینا شروع کی تو کفار نے محسوس کیا کہ یہ دعوت تو ایک بہت بڑے چیلنج کی شکل اختیار کرگئی ہے، ''نظامِ کہنہ کے پاسبانو، یہ معرضِ انقلاب میں ہے''۔ تب اُن کے کان کھڑے ہوئے اور سوچنے لگے کہ جسے ہم مشتِ غبار سمجھے تھے وہ تو ایک ایسی تیز آندھی بن رہی ہے جو ہمارے اس نظام اور مفادات (**vested interests**) کو خس وخاشاک کی طرح اڑا کر منتشر کردے گی۔ یہیں سے وہ دور شروع ہوا جسے سیرت کی کتابوں میں ''تَعْذِيْبُ الْمُسْلِمِيْنَ'' یعنی

مسلمانوں کی ایذا رسانی اور بہیمانہ تشدد (**persecution**) کا دور کہا جاتا ہے۔ کفار کی طرف سے جب مسلمانوں پر شدید جسمانی تشدد کیا جانے لگا تو بعض مسلمانوں کو کچھ گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ اِس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورۂ عنکبوت کی صورت میں ایک بھرپور خطاب نازل ہوا۔

۳ - سورۂ عنکبوت کفار کی طرف سے بہیمانہ تشدد کے پس منظر میں نازل ہوئی۔ دو طبقات اِس ظلم وستم کا سب سے زیادہ نشانہ بنے۔ ایک نوجوان جن پر نہ صرف تشدد کیا گیا بلکہ اِنہیں گھروں سے نکال بھی دیا گیا۔ دوسرے غلام جن کا نہ کوئی پرسانِ حال تھا اور نہ ہی کوئی حقوق۔ وہ اپنے آقاؤں کی ایسی ملکیت تھے جیسے بھیڑ اور بکری کہ جب چاہا ذبح کر دیا اور جو چاہا اُن کے ساتھ سلوک کیا۔ حضرت بلالؓ کو اُمیہ بن خلف تیز دھوپ میں تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر اوندھے منہ لٹا کر گھسیٹتا تھا۔ آلِ یاسرؓ پر ابوجہل نے ظلم وستم کی انتہا کردی۔ یہ بات روایات سے ثابت ہے کہ جس وقت آلِ یاسرؓ پر ابوجہل دست درازیاں کرتا اور اُنہیں تشدد کا نشانہ بناتا، اُن کی چیخ و پکار سن کر نبی اکرم ﷺ بے قرار ہوجاتے اور فرماتے: اِصْبِرُوْا يَا اٰلَ يَاسِرَ فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ ''کہ اے یاسرؓ کے گھر والو! صبر کرو، بے شک تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے''۔ بالآخر ابوجہل نے حضرت یاسرؓ اور اُن کی اہلیہ حضرت سمیہؓ کو بے دردی سے شہید کر دیا۔ حضرت خباب بن الارتؓ کو برہنہ پیٹھ دہکتے ہوئے انگاروں پر پر لٹا دیا جاتا۔ کمر کی کھال جلتی، چربی پگھلتی اور اس سے بتدریج وہ انگارے سرد ہوتے۔ یہ تھا وہ اذیت ناک سلوک جو اِن غلاموں اور بے یارومددگار لوگوں کے ساتھ اختیار کیا گیا۔ تشدد کا یہ سلسلہ مسلسل تین چار سال تک اپنے پورے نقطۂ عروج پر رہا۔ ظلم وستم کے جس پس منظر میں یہ سورۃ نازل ہوئی اُس کا احساس حضرت خباب بن الارتؓ کی بیان کردہ حسبِ ذیل روایت سے ہوتا ہے :

''جب مصائب ہمارے لئے نا قابلِ برداشت ہوگئے تو ایک روز ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اُس وقت کعبے کے سائے میں اپنی چادر کا ایک تکیہ سا بنائے ہوئے استراحت فرمارہے تھے۔ ہم نے جا کر شکوہ کیا : کیا آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ سے مدد نہ مانگیں گے اور دعا نہ کریں گے ؟ اس پر نبی ﷺ اٹھ کر بیٹھ گئے ، آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا:''تم سے پہلے ایک شخص کو زمین میں گڑھا کھود کر بٹھایا جاتا اور اُس کے سر پر آرہ چلا کر اُس کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے لیکن یہ عمل اُسے راہِ حق سے ہٹا نہ سکتا تھا۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوہے کی کنگھیوں سے کسی کی ہڈیوں پر سے گوشت کھرچ ڈالا جاتا لیکن دین سے اُسے دور نہ کیا جا سکتا۔ خدا کی قسم، یہ کام پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ ایک شخص صَنعاء سے حضر موت تک بے کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہ ہوگا جس کا وہ خوف کرے لیکن تم لوگ جلدی کر رہے ہو۔'' (بخاری، ابوداوٗد، نسائی)

۴- قرآنِ حکیم کا اسلوب خطیبانہ ہے اور ہر سورۃ اللہ کا ایک خطبہ ہے۔ خطیبانہ اسلوب کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے کہ :

i- ابتدائی اور آخری حصہ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

ii- تحویلِ خطاب ہوتا ہے یعنی مخاطبین بدلتے رہتے ہیں اور کبھی حاضر کو غائب یا کبھی غائب کو حاضر تصور کر کے گفتگو کی جاتی ہے۔

iii- سوالات واعتراضات کو بیان کئے بغیر اس انداز میں جواب دیا جاتا ہے کہ سننے والا سوالات واعتراضات کو خود ہی سمجھ لیتا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں امور سورۂ عنکبوت کے پہلے رکوع میں نمایاں ہیں۔ یہ سورۃ کا ابتدائی حصہ ہے اور اہم ہدایات پر مشتمل ہے، خطاب کا رُخ بیک وقت مسلمانوں کی طرف بھی ہے اور کفار کی طرف بھی اور تشدد کی وجہ سے مسلمانوں کے ذہنوں میں جو سوالیہ کیفیات پیدا ہو رہی تھیں یا اُنہیں جو عملی مشکلات پیش آرہی تھیں، اُن کا ازالہ

بھی ان آیات میں موجود ہے۔

۵- تربیت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ محبت ودلجوئی کا انداز بھی اختیار کیا جائے اور سختی بھی برتی جائے۔ اِس مقام پر ہمیں اِن دونوں پہلوؤں کا امتزاج نظر آتا ہے۔ انسانوں کے حقیقی مربی اللہ کی طرف سے ایک طرف صحابہ کرامؓ کی کٹھن حالات میں پُر ہمت اور ثابت قدم رہنے کے لئے حوصلہ افزائی بھی کی جارہی ہے اور دوسری طرف بے صبری پر متنبہ بھی کیا جارہا ہے۔ البتہ تربیت کے عمل کے دوران ڈانٹ اور سختی بھی محبت آمیز، پُر شفقت اور انسان کے لئے خیر کا باعث ہوتی ہے۔

آیات پر غور وفکر

☆ آیت : 1 : الٓمّٓ ﴿۱﴾

یہ آیت حروفِ مقطعات پر مشتمل ہے۔ ان حروف کے حتمی اور یقینی معنی کوئی نہیں جانتا۔ اِن کے مفہوم کے تعیّن میں اہلِ علم نے اپنے غور وفکر سے بہت سی آراء پیش کی ہیں لیکن حق بات یہی ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہی اِن کے اصل مفہوم سے واقف ہیں۔

☆ آیت : 2 :

اَحَسِبَ النَّاسُ -- کیا لوگوں نے یہ گمان کیا تھا -- اَنْ یُّتْرَكُوْٓا -- کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے -- اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا -- محض اِس لئے کہ اُنہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے -- وَھُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ اور انہیں آزمایا نہ جائے گا۔

- کفار کی طرف سے جب ظلم وستم کی انتہا ہوگئی تو اہلِ ایمان کی طرف سے کچھ بے صبری کا اظہار ہوا۔ اُس پر اِس آیت میں بڑے سخت انداز سے جھنجھوڑا گیا۔ فرمایا گیا کہ لوگوں نے کیا سمجھا تھا محض زبان سے کلمہ کے دو بول ادا کر کے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ حاصل ہو جائے گا۔ کیا اُن کی جانچ پرکھ نہیں ہوگی؟ کیا اُنہیں

ٹھوک بجا کر نہیں دیکھا جائے گا کہ واقعی ایمان اُن کے دلوں میں جاگزیں ہو چکا ہے یا یہ صرف زبانی دعویٰ تک محدود ہے؟ بلاشبہ جنت کے حصول کا راستہ پھولوں کی سیج نہیں بلکہ یہ وہ راستہ ہے جس میں آزمائشوں کی خاردار جھاڑیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

جنت کا حصول کس قدر دشوار ہے اس کا اندازہ درج ذیل ارشادِ نبوی ﷺ سے ہوتا ہے:

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

''جنت کو مشکلات سے گھیر دیا گیا ہے اور جہنم کو خواہشاتِ نفسانی سے''(متفق علیہ)

- یہاں مسلمانوں سے براہِ راست خطاب کی بجائے اُن سے گفتگو غائب کے صیغہ میں ہو رہی ہے۔ یوں نہیں فرمایا کہ ''اے مسلمانو! کیا تم نے یہ سمجھا تھا......'' بلکہ فرمایا ''کیا لوگوں نے یہ سمجھا تھا......'' یہ اجنبیت اور غیریت کا انداز ہے جو انتہائی ناراضگی کو واضح کرنے کے لئے بڑا ہی لطیف پیرایہ ہے۔ اِس حوالے سے ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور آج کے مسلمان کی سوچ کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے تو دعوتِ ایمان شعوری طور پر قبول کی تھی۔ اُن کا ایمان لانا ایک انقلابی قدم تھا کیونکہ اس کے لئے انہوں نے اپنے آبائی عقائد کو چھوڑا تھا اور گویا ایک طرح کا مجاہدہ اور ایثار کیا تھا۔ دوسری طرف ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہماری اکثریت بس ایک متوارث مذہبی عقیدے کی بنیاد پر مسلمان، یقینِ قلبی کی دولت سے محروم اور عملی اعتبار سے دینی تعلیمات سے کوسوں دُور ہے۔ اِس کے باوجود ہم یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم تو بخشے بخشائے ہیں اور جنت ہمارا پیدائشی حق ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ :

جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں

اَے پیکرِ گِل ، کوششِ پیہم کی جزا دیکھ

- اِس آیت کے آخر میں فتنے کا لفظ آیا ہے۔ اِس سے پہلے یہ لفظ سورۂ تغابن میں آ چکا ہے یعنی اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ -- بے شک تمہارے مال اور اولادیں تو فتنہ یعنی ذریعۂ آزمائش ہیں۔ فتنہ عربی میں کسوٹی کو کہتے ہیں جس پر سونے کو رگڑ کر دیکھا جاتا ہے کہ یہ خالص ہے یا اِس میں کھوٹ شامل ہے۔ اللہ کی راہ میں آنے والی مشکلات و مصائب درحقیقت کسوٹی کے درجہ میں ہیں جن پر پرکھ کر کسی کے ایمان کی صداقت کو جانچا جاتا ہے۔

☆ آیت : 3 :

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ -- اور ہم اِن سے پہلے لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں --
فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا -- پھر اللہ ظاہر کر کے رہے گا سچوں کو --
وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ ﴿﴾ اور وہ ظاہر کر کے رہے گا جھوٹوں کو۔

- اِس آیت میں اللہ کی ایک مستقل سنّت کا بیان ہے۔ اللہ کا ہمیشہ سے یہ ضابطہ رہا ہے کہ جو بھی ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اللہ اُسے امتحانات اور آزمائشوں کے ذریعہ جانچتا ہے تا کہ کھرے کو کھوٹے سے اور سچے کو جھوٹے سے ممتاز کر دیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ (آلِ عمران : 179)

''اللہ ایسا نہیں ہے کہ مومنوں کو اُسی حال پر رہنے دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ وہ (آزمائش کے ذریعہ) جدا کر دے گا پاکیزہ لوگوں کو ناپاک لوگوں سے۔''

- **فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا** کا لفظی ترجمہ تو ہوگا ''پھر اللہ جان کر رہے گا سچوں

کو“۔ لیکن چونکہ علمِ الٰہی قدیم ہے، اللہ کو کسی چیز کے جاننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہر شے کا علم اُسے ازخود اور پہلے سے حاصل ہے، لہٰذا یہاں اِس سے مراد ہوگی کہ ”اللہ ظاہر کر دے گا سچوں کو“۔

- اِس آیت میں عربی زبان کے اعتبار سے انتہائی تاکیدی اسلوب آیا ہے۔ عربی زبان میں فعلِ مضارع سے قبل لام مفتوح اور اس کے آخر میں نونِ مشدد ہو تو اِس سے بڑھ کر تاکید کا کوئی اسلوب نہیں۔ ” لَيَعْلَمَنَّ “ کا مفہوم ہوگا کہ اللہ ضرور واضح کرے گا یا لازماً کھول کر رکھ دے گا کہ کون لوگ سچے ہیں اور کون ایمان کا جھوٹا دعویٰ کر رہے ہیں۔
- یہ بات ضروری ہے کہ ہم پھر سے ذہن میں تازہ کر لیں کہ اللہ کے نزدیک ایک سچا اور راست باز انسان وہ ہے جس کا ذکر منتخب نصاب میں پہلے آیۂ بر کے اختتام پر ہوا اور پھر حصر کے اسلوب میں سورۃ الحجرات کی آیت **15** میں اِس طرح ہوا کہ :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

” مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اُنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ یہی لوگ سچے ہیں۔“

- سورۂ عنکبوت کی آیت **3** کا یہ مضمون قرآنِ مجید میں ایک سے زائد مقامات پر اسی شان اور اسی گھن گرج کے ساتھ آیا ہے :

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝

”اے مسلمانو! کیا تم نے یہ گمان کیا تھا کہ جنت میں (آسانی سے) داخل ہو جاؤ

گے، حالانکہ ابھی تو تم پر وہ حالات وارد ہی نہیں ہوئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے۔ اُن پر سختیاں اور تکالیف آئیں اور وہ ہلا ڈالے گئے، یہاں تک کہ پکار اٹھے رسول اور اُن کے ساتھی اہلِ ایمان کہ کب آئے گی اللہ کی مدد؟ (اُس وقت اُنہیں بتایا گیا کہ) آگاہ رہو، اللہ کی مدد قریب ہے۔“ (البقرۃ : **214**)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

” کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے ظاہر ہی نہیں کیا کہ تم میں سے کون جہاد کرنے والے ہیں اور کون صبر کرنے (ڈٹ جانے) والے ہیں۔“ (آلِ عمران : **142**)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ

” کیا تم نے یہ سمجھا تھا کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تو اللہ نے ایسے لوگوں کو ظاہر کیا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور اللہ اور اُس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دِلی دوست نہیں بنایا۔“ (التوبہ : **16**)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝

”اور ہم تمہیں آزما کر رہیں گے یہاں تک کہ ظاہر کر دیں گے تم میں سے جہاد اور صبر کرنے (ڈٹ جانے) والوں کو اور ہم جانچیں گے تمہارے حالات۔“ (محمدؐ : **31**)

- اللہ کی راہ میں ابتلاء و آزمائش کی حکمت ہے کہ انقلابی جدوجہد کے لئے کام کرنے والی جماعت کو تطہیر کے عمل سے گزارا جائے۔ غلبۂ دین کی جدوجہد بڑے کٹھن مراحل سے گزرتی ہے اور کچے اور ناپختہ لوگوں پر انحصار اِس کے لئے نقصان دہ ہوتا

ہے۔تطہیر کے عمل سے ناپختہ عناصر چھٹ جاتے ہیں اور صرف پختہ کار سرفروش ساتھ رہ جاتے ہیں جو کٹھن مراحل میں تن من دھن نثار کر کے اور ہر آزمائش میں ثابت قدم رہ کر تحریک کو کامیابی سے آگے بڑھاتے ہیں۔اِسی لئے قرآنِ حکیم میں بار بار خبردار کیا گیا کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کی لازماً آزمائش ہوگی۔

☆ آیت : 4 :

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ -- کیا اُن لوگوں نے جو برائیاں (ظلم وستم) کر رہے ہیں یہ سمجھ رکھا ہے -- اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا -- کہ وہ ہماری پکڑ سے بچ نکلیں گے -- سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۴﴾ بری رائے ہے جو وہ قائم کر رہے ہیں۔

- اِس آیت میں اُن کفار و مشرکین کی طرف روئے سخن ہے جن کے ہاتھوں مسلمانوں کو ایذائیں پہنچ رہی تھیں۔فرمایا جا رہا ہے کہ مسلمانوں پر ظلم وستم کرنے والوں کی رسی دراز کی جارہی ہے تاکہ وہ اپنا خبثِ باطن ظاہر کر لیں اور اپنی تمام حسرتیں پوری کر لیں۔عنقریب اللہ اِن ظالموں کی پکڑ فرمائے گا اور اِنَّ اَخۡذَہٗۤ اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ -- بے شک اُس کی پکڑ دردناک اور سخت ہوتی ہے۔(ھود : 102)
- اِس آیت میں بظاہر خطاب کا رُخ کفار کی طرف ہے لیکن دراصل اِس کا مقصد مسلمانوں کی تسلّی و دلجوئی ہے۔جن مسلمانوں کو ستایا جا رہا تھا،اُن کے زخمی دلوں پر ہمدردی کا پھایا رکھا جا رہا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ تمہیں ایذائیں دینے والے مشرکین ہماری گرفت سے بچ نکلیں گے۔یہ تو ہماری حکمت ہے کہ ہم نے اُن کو مہلت دے رکھی ہے تاکہ تمہیں آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزار کر کندن بنایا جائے۔لیکن اگر وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہماری پکڑ سے بچ نکلیں گے تو بڑے مغالطہ میں ہیں۔تم مطمئن رہو، اُن میں سے ہر ایک کو اپنے کئے کی بھرپور سزا مل کر رہے گی :

ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے
اور بھی دورِ فلک ہیں ابھی آنے والے

☆ آیت : 5 :

مَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰہِ -- جو کوئی اللہ سے ملاقات کا اُمیدوار ہے -- فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ -- تو بے شک اللہ کا معین کردہ وقت آ کر رہے گا -- وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۵﴾ وہ تو سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔

- اِس آیت میں بھی مسلمانوں سے شفقت و ہمدردی کا اظہار ہے۔مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم یہ سب تکالیف اِس لئے جھیل رہے ہو تا کہ جب تمہاری اللہ سے، جو کہ تمہارا مطلوب و مقصود ہے، ملاقات ہو تو تم سرخرو ہو جاؤ۔ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہارے دل میں وسوسہ ڈال دے کہ کیا خبر ملاقات کا وقت آئے گا بھی کہ نہیں! مطمئن رہو اللہ کا وہ مقرر کیا ہوا وقت آ کر رہے گا۔اِس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔کسی وسوسے کو ذہن کے قریب مت پھٹکنے دو،تمہارا اجر محفوظ ہے۔
- وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ کے الفاظ میں مظلومین کے لئے تسلی ہے کہ اُن کا معبود، جس کے لئے زخم کھائے جا رہے ہیں،کوئی بے خبر ہستی نہیں ہے۔"مر گئے ہم اُنہیں خبر نہ ہوئی" والا معاملہ نہیں بلکہ جو کچھ ہو رہا ہے اُس کے علم اور اُس کی نگاہوں میں ہے۔مظلومین کے دلوں سے نکلنے والی آہیں اللہ کے علم میں ہیں اور اُن کی زبان سے بلند ہونے والی چیخیں بھی اللہ سن رہا ہے۔پتھروں پر گھسٹتے ہوئے حضرت بلالؓ کی زبان سے نکلنے والا کلمۂ توحید اَحَدٌ ، اَحَد اللہ سن رہا ہے اور پیاس کی شدت سے باہر نکلی ہوئی زبان اور دھوپ کی تمازت سے لبوں پر آئی ہوئی جان بھی اللہ دیکھ رہا ہے۔

☆ آیت : 6 :

وَمَنْ جٰهَدَ -- اور جو کوئی جہاد کرتا ہے -- فَاِنَّمَا یُجٰهِدُ لِنَفْسِهٖ -- پس وہ تو جہاد کرتا ہے اپنے ہی لئے -- اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶﴾ بے شک اللہ کو تمام جہان والوں سے کوئی احتیاج نہیں۔

- اِس آیت میں سختی کا رنگ نمایاں ہے۔ دوٹوک انداز میں فرمایا گیا کہ یہ خیال ہرگز دل میں نہ آئے کہ جو کوئی جہاد کر رہا ہے وہ اللہ پر کوئی احسان کر رہا ہے۔ اِس جدوجہد اور ایثار وقربانی کا تمام تر فائدہ خود تم ہی کو پہنچے گا۔ اِس کے ذریعہ سے تمہاری سیرت سنورے گی، تمہارا کردار پختہ ہوگا، تمہارے ایمان وعمل کو جلا حاصل ہوگی اور آخرت میں تمہیں اللہ کی رحمت کا سایہ اور جنت کی نعمتیں نصیب ہوں گی۔ فارسی کا بہت ہی عمدہ شعر ہے :

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

''بادشاہ کی خدمت کا تمہیں اگر کوئی موقع ملا ہے تو یہ نہ سمجھو کہ اُس پر تمہارا کوئی احسان ہے بلکہ بادشاہ کا احسان مانو کہ اُس نے تمہیں اپنی خدمت کا موقع دیا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ جسے بھی اللہ نے اپنے دین کی خدمت کی توفیق دی ہے اُسے اللہ کا احسان مند ہونا چاہئے کہ اُس نے اِسے اپنی راہ میں قبول فرمالیا ہے۔

- اِس آیت میں ''جہاد'' کا لفظ خصوصی طور پر توجہ کے لائق ہے۔ جہاد کے حوالہ سے ایک بڑا مغالطہ یہ ہے کہ اِسے صرف قتال کے معنی میں لے لیا جاتا ہے۔ بالاتفاق یہ سورۂ مبارکہ مکی ہے اور ہجرتِ حبشہ سے قبل نازل ہوئی۔ اِس کا زمانۂ نزول سن پانچ یا چھ نبوی ﷺ ہے۔ یہاں جہاد کی اصطلاح، قتال فی سبیل اللہ کے مفہوم میں نہیں ہوسکتی کیونکہ قتال کے مرحلہ کا آغاز تو مدنی دور میں ہوا۔ یہ سورۃ اُس وقت نازل ہوئی جب مسلمان صبرِ محض (Passive Resistance) کے مرحلہ میں تھے اور اُن کو

حکم تھا کہ ماریں کھاؤ، سختیاں برداشت کرو لیکن مدافعت میں ہاتھ اٹھائے بغیر اپنے موقف پر ڈٹے رہو۔ جدوجہد کی اِس صورت کو یہاں جہاد کہا گیا۔

☆ آیت : 7 :

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا -- وہ لوگ جو ایمان لائے -- وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ -- اور جنہوں نے نیک عمل کئے -- لَنُکَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ -- ہم لازماً اُن سے اُن کی برائیوں کو دور کردیں گے -- وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾ اور ہم لازماً اُن کے اعمال کا بہترین بدلہ اُنہیں عطا کریں گے۔

- اِس آیت میں ایک بار پھر اہلِ ایمان کے اطمینانِ قلب کی خاطر بڑے تاکیدی اسلوب میں ایک عظیم بشارت کی نوید دی جارہی ہے۔ فرمایا کہ تم میں سے جو لوگ ایمان اور عملِ صالح کا حق ادا کریں گے، نہ صرف اُن کی برائیاں معاف کردی جائیں گی بلکہ اُن کے اعمال کا بہترین بدلہ اُنہیں دیا جائے گا۔ آیت کے آخری حصہ کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُنہیں اُن کے بہترین اعمال کی مناسبت سے انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔ انسان اپنے مزاج کے اعتبار سے بعض اعمال رخصت کی سطح پر انجام دیتا ہے اور بعض میں عزیمت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ یہاں خوشخبری دی گئی کہ روزِ قیامت اُن اعمال کے مطابق اجر دیا جائے گا جن میں عزیمت کا مظاہرہ کیا گیا۔
- اِس آیت میں عملِ صالح کے مفہوم پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ اِس آیت کے نزول کے وقت نہ ابھی پنج وقتہ نماز فرض ہوئی، نہ روزے کا کوئی حکم ابھی آیا، نہ زکوٰۃ کا کوئی نظام قائم ہوا اور نہ ہی شریعت کے اکثر احکامات نازل ہوئے تھے۔ غور کرنا چاہیئے کہ یہاں ''عملِ صالح'' سے آخر کون سا عمل مراد ہے؟ یہاں عملِ صالح کا مفہوم ہے

ایمان لانے کے بعد تمام مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے ثابت قدم رہنا، نبی اکرم ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت کرنا، جماعتی نظم کی پابندی کرنا، خاص طور پر ہر تشدد کو برداشت کرنا اور مدافعت میں ہاتھ نہ اٹھانا اور دین کی دعوت و تبلیغ میں نبی اکرم ﷺ کا دست و بازو بننا۔ یہ سب چیزیں عملِ صالح میں شامل ہیں۔ گویا ایک لفظ میں اگر ہم یوں کہیں کہ اِس آیت میں ’’عملِ صالح‘‘ سے مراد ایمان کے عملی تقاضوں کی ادائیگی ہے تو یہ درست ہوگا۔ آج ہمارا عملِ صالح کا تصور صرف عبادات اور چند ظواہر تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ خاص طور پر دین کی تعلیمات سیکھنے اور انہیں عام کرنے اور دین کی مؤثر خدمت کے لئے کسی جماعتی نظم اختیار کرنے کو ہم اپنے اعمال کی فہرست میں شامل ہی نہیں سمجھتے۔ گویا ہمارے ذہنوں میں عملِ صالح کا جو نقشہ بنا ہوا ہے وہ ابتدائی مکی دور کے عملِ صالح کے تصور کی نسبت سے انتہائی محدود ہے۔

☆ آیت : **8** :

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا -- اور ہم نے انسان کو وصیت کی اُس کے والدین کے بارے میں حُسنِ سلوک کی -- وَاِنْ جٰھَدٰکَ -- اور اگر وہ دونوں تجھ سے جہاد کریں -- لِتُشْرِکَ بِیْ -- کہ تو شرک کرے میرے ساتھ -- مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ -- جس کے لئے تیرے پاس کوئی علم نہیں -- فَلَا تُطِعْھُمَا -- تو اُن کا کہنا نہ مان -- اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ -- میری طرف ہی تم سب کو لوٹنا ہے -- فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿﴾ تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم کرتے رہے۔

- اِس آیت میں ایک ایسے معاملہ کے بارے میں رہنمائی دی گئی جو نوجوانوں کو درپیش تھا۔ یہ وہ نوجوان تھے جو مکہ میں اسلام کی دعوت قبول کرنے والوں میں اوّلین تھے۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اسلام کی دعوت اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک انقلابی دعوت ہے۔ یہ دعوت عام مذہبی معنی میں صرف تبلیغ کا عمل نہیں بلکہ اِس کا مقصد ظلم،

جبر اور استحصال کے خلاف انقلاب برپا کر کے اللہ کے عطا کردہ عادلانہ نظام کا نفاذ ہے۔ ہر دور میں کسی بھی انقلابی دعوت کی طرف پیش قدمی کرنے والوں میں معاشرہ کے دو طبقات آگے بڑھتے ہیں۔ ایک معاشرہ کا مظلوم اور پسا ہوا طبقہ اور دوسرے نوجوان۔ اِس وجہ سے مخالفین کی طرف سے ظلم و تشدد کا اوّلین نشانہ بھی یہی دو طبقات بنتے ہیں۔ نوجوانوں کو اُن کے والدین سختی اور ناصحانہ دونوں طرح سے اسلام سے دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اِن حالات میں نوجوانوں کے لئے رہنمائی اِس آیت میں بیان کی گئی۔

- اصولی طور پر انقلابی دعوت کا اوّلین ہدف معاشرے کے وہ اعلیٰ طبقات ہوتے ہیں جن کے اختیار میں نظام کی باگ ڈور ہوتی ہے۔ البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اِن اعلیٰ طبقات کے مفادات (**Vested Interests**) پہلے سے موجود نظام کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، مصلحتوں کی بھاری بیڑیاں اُن کے پاؤں میں پڑی ہوتی ہیں۔ اُن کے لئے کسی انقلابی دعوت کو قبول کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ تاہم اُن میں کچھ ایسے سلیم الفطرت لوگ بھی ہوتے ہیں جو اس دعوت کو قبول کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ انقلاب کے بعد متبادل نظام کو چلانے کے لئے بڑے کارآمد ہوتے ہیں، جیسے کہ مثال ہے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی۔ عام طور پر جو لوگ اِس دعوت کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں اُن میں ایک تو وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو اُس معاشرے میں دبے اور پسے ہوئے ہوتے ہیں۔ جن کے کوئی مفادات اِس نظام کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتے کہ جو اُن کے پاؤں کی بیڑیاں بن سکیں۔ دوسرا طبقہ جو کسی بھی انقلابی دعوت کی طرف پیش قدمی کرتا ہے وہ نوجوانوں کا ہوتا ہے۔ اُن کی عمر ولولوں اور جوش و جذبہ کی ہوتی ہے۔ ابھی کوئی مصلحت اُن کے سامنے نہیں ہوتی۔ اُن کے جسم و جان میں کردار کی حرارت موجود ہوتی ہے۔ ابھی اُن کا ضمیر مفادات کے مقابلہ میں اتنا

شکست خوردہ نہیں ہوتا کہ کسی بات کو حق سمجھنے کے باوجود اسے رد کردے۔ چنانچہ یہ نوجوان انقلابی دعوت کا ہراول دستہ بنتے ہیں۔

- نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے میں قریش کے جن نوجوانوں نے پیش قدمی کی اُن میں حضرت علیؓ ، حضرت عثمانؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت مصعبؓ بن عمیر وغیرہ شامل تھے۔ اِن میں سے اکثر نوجوانوں کو جسمانی ایذاء اور تشدد کے ساتھ ساتھ جو مسئلہ درپیش ہوا وہ یہ تھا کہ اِن کے والدین اپنے حقوق کا واسطہ دے کر اِن پر دباؤ ڈالتے تھے کہ اس نئے دین کو چھوڑو اور آبائی دین پر واپس آجاؤ۔ مثلاً حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے والد فوت ہو چکے تھے اور اُنہیں اُن کی والدہ نے بڑی محبت اور محنت سے پالا تھا۔ جب اُنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے دعوتِ توحید قبول کی تو مشرک والدہ ناراض ہوگئی اور بیٹے پر دباؤ ڈالنے کے لئے اعلان کر دیا کہ اگر سعدؓ اپنے آبائی دین میں واپس نہ آیا تو نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی۔ گویا آج کی اصطلاح میں اُس نے بھوک ہڑتال کر دی۔ اسلام قبول کرنے والے تمام نوجوان انتہائی سلیم الطبع اور سلیم الفطرت تھے اور اپنے والدین کا ادب و احترام ملحوظ رکھنا چاہتے تھے۔ اِن کے لئے یہ پریشان کن صورتِ حال تھی کہ وہ والدین کی اطاعت کریں یا دینِ اسلام سے وابستہ رہیں۔ اِس پس منظر میں رہنمائی دینے کے لئے سورۂ عنکبوت کی یہ آیت نمبر **8** نازل ہوئی۔
- اِس آیت میں فرمایا گیا کہ ہم ہی نے انسان کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے، اُن کا ادب و احترام کرے اور اُن کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ لیکن ہر شے کی ایک حد ہوتی ہے۔ والدین کے حقوق مُسلّم ہیں لیکن اِن پر فائق حق اللہ کا ہے۔ لہٰذا اگر وہ تمہیں مجبور کریں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراؤ تو اُن کا کہنا مت مانو۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (ابوداؤد)

''مخلوقات میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں اگر اِس سے خالق کی نافرمانی ہو۔''

- **وَ اِنْ جَاهَدٰكَ** کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ مشرکین بھی جہاد کرتے ہیں۔ گویا جہاد منفی و مثبت دونوں کاموں کے لئے ہوتا ہے۔ اعلیٰ ترین جہاد ہے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرنا جسے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کہا جاتا ہے۔
- **مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ** کے الفاظ اس حقیقت پر دلیل ہیں کہ شرک کے لئے نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی یعنی کسی الہامی کتاب سے بھی شرک کو جائز ثابت نہیں کیا جاسکتا۔
- **اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف حقوق کے درمیان تصادم کی صورت میں صحیح روش اختیار کرنے کے لئے جذبۂ محرکہ ہے آخرت میں جوابدہی کا احساس۔ آخرت میں اولاد اور والدین دونوں اللہ کے روبرو حاضر ہوں گے اور پھر حق و باطل کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

☆ آیت : 9 :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا -- وہ لوگ جو ایمان لائے -- **وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ** -- اور جنہوں نے نیک عمل کئے -- **لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ** ﴿﴾ ہم اُنہیں ضرور نیکوکاروں میں شامل کر دیں گے۔

- آیت نمبر **7** کے بعد یہاں ایک بار پھر ایمان اور عملِ صالح کا ذکر کر کے اہلِ ایمان کو بڑے تاکیدی اسلوب میں ایک بشارت سنائی جا رہی ہے۔ یہاں خطاب کا رُخ اُن نوجوانوں کی طرف ہے جو اسلام لانے کی وجہ سے اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں سے سے کٹ رہے تھے۔ یہاں اُن کے زخمی دلوں پر مرہم رکھا جا رہا ہے کہ تم صرف کٹے ہی نہیں ہو، کسی سے جڑے بھی ہو۔ تمہیں اِس بات پر خوش ہونا

چاہیئے کہ اب تمہارا تعلق قائم ہو گیا ہے محمد رسول اللہ ﷺ اور اُن کے صحابہؓ کے ساتھ۔ تم مشرکین سے کٹے ہو اور صالحین کے ساتھ ایمانی رشتے میں منسلک ہو گئے ہو۔ چنانچہ وہ صدمہ جو ایک سلیم الطبع انسان محسوس کرتا ہے کہ میں اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے کٹ گیا ہوں، اُس کا ازالہ اِس آیت سے ہو جاتا ہے۔

- دین کی خاطر اپنے رشتہ داروں سے کٹنے والوں کو صرف دنیا ہی میں صالحین کی رفاقت نہیں ملے گی بلکہ آخرت میں بھی یہ مبارک ساتھ میسر ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ
وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿﴾

’’اور جو کوئی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے تو ایسے ہی لوگ (آخرت میں) اُن (مقبول بندوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔‘‘ (النساء : 69)

گویا نوجوانوں کے لئے تسلی ہے کہ اگر اپنے آباء واجداد سے وہ کٹ گئے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے اُن کا تعلق منقطع ہو گیا ہے تو وہ غمگین نہ ہوں۔ اُنہیں ایسے لوگوں کی رفاقت نصیب ہوگی جنہیں سورۃ الفاتحہ میں ”مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ“ یعنی انعام یافتہ لوگ قرار دیا گیا ہے۔ وہ روزِ قیامت انبیاء کرامؑ، صدیقین، شہداء اور نیکوکاروں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور اُن کے ساتھ جنت الفردوس میں داخل ہوں گے۔ اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ایسے لوگوں میں شامل فرمائے!

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ – يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ!!

☆ آیت : 10 :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ -- لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں -- اٰمَنَّا

بِاللّٰهِ -- ہم ایمان لے آئے اللہ پر -- فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ -- پھر جب اُن میں سے کسی کو ایذا پہنچائی جاتی ہے اللہ کی راہ میں -- جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ -- تو وہ لوگوں کی (طرف سے ڈالی ہوئی) آزمائش کو اللہ کا عذاب سمجھ بیٹھتا ہے -- وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ -- اور اگر تمہارے ربّ کی طرف سے کوئی مدد آجائے -- لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ -- تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم یقیناً تمہارے ساتھ تھے -- اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿﴾ تو کیا اللہ زیادہ باخبر نہیں ہے اِس سے کہ جو کچھ جہان والوں کے سینوں میں پوشیدہ ہے؟

- اِس آیت میں وہ مضمون بیان ہوا ہے جو اِس سے قبل تفصیل کے ساتھ حقیقتِ نفاق کے ضمن میں آ چکا ہے۔ سورۂ عنکبوت مکی دور کے درمیانی عرصے میں نازل ہوئی۔ اِس دور میں اِس کا کوئی امکان نہیں تھا کوئی شخص مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی نیت سے اسلام قبول کرلے جبکہ اندرونی طور پر وہ پکا کافر ہو۔ ہمارے ذہنوں میں منافق کا تصور یہی ہے۔ مکی دور میں تو کلمۂ شہادت کا زبان پر لانا معاشرہ کو چیلنج کرنے اور اُس کے خلاف اعلانِ بغاوت کرنے کے مترادف تھا۔ یہ گویا ایسے ہی تھا کہ کوئی انسان خود ہر طرح کی مصیبت کو دعوت دے اور آگے بڑھ کر للکارے۔ لہٰذا اِس طرح کے نفاق کا دُور دُور تک کوئی امکان نہیں تھا۔ یہاں دراصل اُس نفاق کا ذکر ہے جو کم ہمتی، بزدلی اور قوّتِ ارادی کی کمزوری سے عبارت ہے۔ ایک شخص نیک نیتی سے ایمان لایا لیکن ایمان کے کٹھن تقاضے جب سامنے آنے لگے، مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تو اِن سے طبیعت گھبرانے لگی۔ اب اگر اُن مشکلات کی وجہ سے کوئی انسان اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں پس وپیش کرنے لگے، دین کے راستے میں اُس کے قدم رکنے لگیں اور گومگو کی سی کیفیت اُس پر طاری ہو جائے تو یہی درحقیقت مرضِ نفاق کا نقطۂ آغاز ہے!

- اِس رکوع میں فتنے کی دو نسبتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ -- ہم نے فتنے میں ڈالا اُن کو جو اِن سے پہلے تھے۔ دوسری نسبت لوگوں کی طرف اِس آیت میں بیان کی گئی۔ یہ دونوں نسبتیں بیک وقت درست ہیں۔ اگرچہ حضرت بلالؓ پر اُمیہ بن خلف اور آلِ یاسرؓ پر ابوجہل ظلم وستم کر رہا تھا لیکن یہ بغیر اذنِ رب ممکن نہیں۔ فاعلِ حقیقی اور مؤثرِ حقیقی تو اللہ ہے جس کے اذن کے بغیر پتّا تک جنبش نہیں کر سکتا۔ جو قیامت مظلوموں پر ڈھائی جا رہی ہے، اُس کا ذمہ دار اُس ظالمانہ عمل کا کمانے والا ہے لیکن فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور آزمائش اُسی کی جانب سے ہے۔ اِس اعتبار سے فتنے کی یہ دونوں نسبتیں بیک وقت درست ہیں۔
- اِس آیت میں اُن کم ہمت لوگوں کا ذکر ہے کہ جو لوگوں کی طرف سے پہنچائی گئی آزمائش اور تکلیف سے ایسے گھبرا اٹھتے ہیں جیسے کہ اللہ کے عذاب سے گھبرانا چاہیے۔ اُن لوگوں کی روش کا ایک دوسرا رُخ یہ بیان کیا گیا کہ اگر کہیں کوئی فتح نصیب ہو جائے، اللہ کی مدد آ جائے، کوئی مالِ غنیمت ہاتھ لگ جائے تو وہ پیش پیش ہوں گے اور کہیں گے کہ آخر ہم بھی تمہارے ساتھ تھے اور فتح کے ثمرات ہمیں بھی ملنے چاہئیں۔ یہ ایک کردار ہے جو کسی معیّن دور سے متعلق نہیں ہے بلکہ ہر انقلابی تحریک کے ساتھ وابستہ ہونے والوں میں اِسے دیکھا جا سکتا ہے۔
- ہر انقلابی جدوجہد میں تین کردار بالکل نمایاں طور پر ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اِس دعوت کو ہر چہ بادا باد (جو ہو سو ہو) کی شان کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو انقلابی جدوجہد اور اُس کے مقصد (**cause**) کے ساتھ ذہناً اور عملاً پورے طور پر وابستہ ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو پہلے سے موجود نظام کو بچانے کے لئے میدان میں آتے ہیں، وہ اپنے آپ کو پورے طور پر

اُس نظام کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں اور اُس کے حمایتی بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ ایک دوسرے کے مدمقابل آتے ہیں اور اِس طرح ایک کشاکش کا آغاز ہو جاتا ہے۔ ایک تیسرا عنصر درمیان میں رہتا ہے۔ وہ فیصلہ کن انداز میں بازی کھیلنے کا قائل ہی نہیں۔ اُسے ہر حال میں اپنے مفادات عزیز ہیں۔ قرآنِ حکیم میں اِن کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچا گیا لَآ اِلٰى هٰٓـؤُلَاۗءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓـؤُلَاۗءِ (النساء : **143**)۔ نہ وہ اِدھر اپنے آپ کو وابستہ اور **identify** کرنے پر آمادہ ہیں، نہ اُدھر یکسو ہو کر اُن کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں بلکہ وہ اُن کے بین بین رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اِس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اُن کی حکمتِ عملی یہ ہوتی ہے کہ دونوں پارٹیوں کے ساتھ روابط رکھے جائیں تاکہ جس کسی کو بھی فتح نصیب ہو وہ اُس کے پاس جا کر اپنی وفاداری کا حوالہ دے کر اپنے لئے تحفظات اور مراعات حاصل کر سکیں۔ یہ ہے وہ منافقانہ کردار جس سے مکی دور میں اہلِ ایمان کو پیشگی متنبہ کیا جا رہا ہے۔
- آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے جو نیتیں اور ارادے جہان والوں کے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔ یہ لوگ اپنی غلط بیانی سے کسے دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ آیت **9** میں ایسے لوگوں کے فریب کا پردہ چاک کر دیا گیا :

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

’’وہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور اہلِ ایمان کو اور وہ دھوکہ نہیں دے رہے مگر اپنے آپ کو اور اُنہیں اِس کا شعور نہیں۔‘‘

☆ آیت : **11** :

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا -- اور اللہ ظاہر کر کے رہے گا مومنوں کو -- وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ اور وہ ظاہر کر کے رہے گا منافقوں کو۔

آیت 3 میں فرمایا گیا کہ اللہ ظاہر کر کے رہے گا سچوں کو اور وہ ظاہر کر کے رہے گا جھوٹوں کو۔ اُس آیت میں سچے اور جھوٹے سے حقیقتاً جو مراد تھی، اِس آیت میں اُس پر سے پردہ اٹھا دیا گیا اور بات بالکل کھول دی گئی۔ چنانچہ فرمایا کہ اللہ ظاہر کر دے گا کہ کون ہیں وہ جو واقعتاً مؤمن ہیں اور اِس عزمِ مصمم کے ساتھ آئے ہیں کہ ہر چہ بادا باد اور کون ہیں وہ جنہوں نے اِس وادی میں قدم رکھا تو ہے لیکن تحفظات کے ساتھ۔ جنہیں اِس راہ کے مصائب و مشکلات کے مقابلے میں جان و مال کا تحفظ زیادہ عزیز ہے۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ اگرچہ یہ مکی سورت ہے اور مکی دور کے بھی وسط سے اِس کا تعلق ہے جبکہ ابھی اِس نفاق کا دُور دُور تک امکان نہیں تھا جو بعد میں مدنی دور میں پورے طور سے ظاہر ہوا، لیکن یہاں صاف الفاظ میں 'نفاق' اور 'منافقت' کا ذکر موجود ہے۔ گویا پیشگی متنبہ کر دیا گیا کہ اِس راہ میں اگر کم ہمتی کا مظاہرہ کیا جائے تو یہ طرزِ عمل انسان کو منافقت کی آخری سرحدوں تک لے جا سکتا ہے۔

☆ آیت : **12** :

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا -- اور کہا اُن لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا -- لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اُن لوگوں سے کہ جو ایمان لائے -- اتَّبِعُوۡا سَبِيۡلَنَا -- پیروی کرو ہمارے راستے کی -- وَلۡنَحۡمِلۡ خَطٰيٰكُمۡ -- اور ہم اٹھالیں گے تمہاری خطاؤں کا بوجھ -- وَمَا هُمۡ بِحٰمِلِيۡنَ مِنۡ خَطٰيٰهُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ -- اور نہیں ہیں وہ اٹھانے والے اُن کی خطاؤں میں سے کچھ بھی -- اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ﴿﴾ بلاشبہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

- اِس آیت میں کافروں کے بڑے بوڑھوں کی طرف سے نوجوانوں کو گمراہ کرنے کا ایک پُر فریب انداز بیان کیا گیا ہے۔ یہ بڑے بوڑھے جو خود شرک پر قائم تھے، وہ بڑے ناصحانہ انداز میں بظاہر بہت خیر خواہ بن کر ایمان لانے والے نوجوانوں سے کہتے تھے کہ بالکل بے فکر ہو کر اپنے آباء واجداد کے راستے پر چلتے رہو۔ ہمارے

آباء واجداد حق پر تھے۔ ہم اُن کا راستہ کیوں ترک کریں۔ پھر اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے کہتے کہ اگر واقعی تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے آباء واجداد کا یہ راستہ غلط ہے اور ہماری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی تو بھی مطمئن رہو، ہم خدا کے ہاں تمہاری طرف سے جواب دہی کریں گے اور اگر فی الواقع ہم غلطی پر ہوئے تو بھی گھبراؤ نہیں تمہاری خطاؤں کا بوجھ ہماری گردنوں پر ہوگا۔ یہ وہ معاملہ ہے جس کا تجربہ ہر اُس نوجوان کو ہوگا جو کسی بھی انقلابی تحریک سے منسلک ہو۔

- آیت کے دوسرے حصہ میں فرمایا گیا کہ یہ سراسر جھوٹ بول رہے ہیں۔ روزِ قیامت ہر ایک کو اپنی جواب دہی خود کرنی ہے اور کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہ ہوگا۔ یہ گمراہی آج ہمارے ہاں بھی ہے کہ روزِ محشر کوئی ہمیں عذاب سے چھڑا لے گا۔ کسی کے دامن سے وابستہ ہو کر ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔ قرآنِ حکیم میں یہ حقیقت پانچ بار بیان کی گئی کہ :

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى

''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔''

(الانعام: **164**، بنی اسرائیل: **15**، فاطر: **18**، الزمر: **7**، النجم: **38**)

روزِ قیامت ہر شخص کو اپنی انفرادی حیثیت میں پیش ہونا ہوگا اور اپنے اعمال کی جواب دہی خود کرنی ہوگی :

وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا ﴿﴾

''اور وہ سب کے سب روزِ قیامت اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے۔'' (مریم : **95**)

روزِ قیامت ہر شخص کا انفرادی محاسبہ ہوگا اور اُس سے پانچ سوال دریافت کیے جائیں گے جن کا ذکر درج ذیل حدیث میں ہے :

''روزِ قیامت ابنِ آدم کے قدم ہل نہ سکیں گے جب تک اُس سے پانچ باتوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے۔ زندگی کے بارے میں کہ کہاں لگا دی، جوانی کے بارے

میں کہ کہاں کھپادی، مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا اُس پر کتنا عمل کیا''۔(ترمذی)

روزِ قیامت یہ دلیل قبول نہیں کی جائے گی کہ ہم نے اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم کی پیروی کی تھی، اگر ہم غلطی پر تھے تو اِس کے ذمہ دار ہمارے بزرگ ہیں، ہم نہیں ہیں۔

- اِس آیت میں بڑی شدّت کے ساتھ کفار کے پُرفریب جھوٹ کی نفی کی گئی اور اگلی آیت میں بھی اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ظاہر ہو رہا ہے۔ اِس سے محسوس ہوتا ہے کہ کفار کے اِس پُرفریب جھوٹ سے کچھ لوگ متاثر ہو رہے تھے۔ ویسے بھی جب قوم کے بڑے بوڑھے کوئی بات اپنے تجربہ کے حوالے سے کہتے ہیں تو اُن کی بات بالعموم توجہ سے سنی جاتی ہے۔ دعوتِ حق پر لبیک کہنے والے نوجوانوں پر اثر انداز ہونے کے لئے بزرگانِ قوم کی گفتگو کا انداز ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ میاں ہم نے اپنے بال دھوپ میں سفید نہیں کئے۔ ہم نے دنیا دیکھی ہے۔ تم ابھی نوعمری کے دور میں ہو اور اپنے نفع نقصان کو نہیں سمجھتے۔ ہماری بات مانو ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ کسی کے اپنے عزائم ہوتے ہیں جس کے لئے وہ نوجوانوں کو استعمال کرتا ہے اور اُن کی دنیا برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ پھر کسی وقت انسان اگر کسی خاص کیفیت میں ہو اور اُن بزرگوں کے ساتھ اُس کے حسنِ ظن کا رشتہ برقرار ہو تو اِس بات کا امکان ہوتا ہے کہ وہ اُن سے کوئی اثر قبول کر لے۔ لہٰذا پوری شدت کے ساتھ کفار کے دعویٰ کی نفی کی گئی اور اُن کے فریب کا پردہ چاک کر دیا گیا کہ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ - بلاشبہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

☆ آیت : **13** :

وَلَيَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ -- یہ لوگ لازماً اٹھائیں گے اپنے بوجھ -- **وَاَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ** -- اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کچھ اور بوجھ -- **وَلَيُسۡئَلُنَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ** ﴿﴾ اور لازماً اُن سے بازپُرس ہوگی قیامت کے دن اُس جھوٹ

کے بارے میں جو وہ گھڑتے رہے۔

اِس آیت میں مشرکین کے جھوٹے دعویٰ پر اللہ کا غضب بہت نمایاں ہے۔ بڑے تاکیدی اسلوب میں فرمایا کہ وہ لوگ جو دوسروں کو گمراہ کرنے اور اُنہیں غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں، اپنے اِس طرزِ عمل سے اپنے بوجھ میں مسلسل اضافہ کر رہے ہیں۔ انہیں اپنی خطاؤں کے ساتھ اُن لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا ہوگا جو اُن کی باتوں میں آ کر گمراہی کا شکار ہوگئے۔ البتہ گمراہ ہونے والوں کے بوجھ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

مَنۡ يَّشۡفَعۡ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنۡ لَّهٗ نَصِيۡبٌ مِّنۡهَا وَمَنۡ يَّشۡفَعۡ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنۡ لَّهٗ كِفۡلٌ مِّنۡهَا (النساء : **85**)

''جو شخص سفارش کرے گا کسی اچھی بات کی تو اُس کو اِس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا اور جو سفارش کرے گا کسی بُری بات کی اُس کو اِس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا۔''

حدیثِ نبوی ﷺ ہے :

مَنۡ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَيَعۡمَلُ بِهَا كَانَ لَهٗ اَجۡرُهَا، وَمِثۡلُ اَجۡرِ مَنۡ عَمِلَ بِهَا لَا يَنۡقُصُ مِنۡ اُجُوۡرِهِمۡ شَيۡئًا وَّمَنۡ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيۡهِ وِزۡرُهَا وَوِزۡرُ مَنۡ عَمِلَ بِهَا لَا يَنۡقُصُ مِنۡ اَوۡزَارِهِمۡ شَيۡئًا

''جس نے کسی بھلائی کو جاری کیا پھر اُس پر عمل کیا تو اُس کے لئے اجر ہے اور اُس کا اجر بھی ہے جس نے اِس بھلائی پر عمل کیا بغیر عمل کرنے والے کے اجر میں کمی کیے ہوئے اور جس نے کسی برائی کو جاری کیا پھر اُس پر عمل کیا تو اُس کے لئے وبال ہے اور اُس کا وبال بھی ہے جس نے اِس برائی پر عمل کیا بغیر عمل کرنے والے کے وبال میں کمی کیے ہوئے۔'' (ابنِ ماجہ)

آخر میں فرمایا کہ مشرکین جس جھوٹ کے ذریعہ ایمان لانے والوں کو گمراہ کر رہے ہیں، انہیں اس کے بارے میں جواب دہی کرنی پڑے گی۔

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

عقل مند وہ ہے جو نفس پر قابو پالے اور عمل کرے اُس زندگی کے لئے جو موت کے بعد آئے گی۔ (ترمذی)

دیگر شہروں میں دفاتر کے پتے

1- **لاھور**: 67-A، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور

فون: (042) 6366638 - 6316638 فیکس: (042) 6305110

ای میل: lahore@tanzeem.org

2- **اسلام آباد**: مکان نمبر 20، گلی نمبر 1، فیصل آباد ہاؤسنگ اسکیم، نزد فلائی اوور برج، 1-8/4

فون: (051)4434438 فیکس: (051)4435430

ای میل: islamabad@tanzeem.org

3- **پشاور**: 18-A، ناصر مینشن، شوبہ بازار، ریلوے روڈ نمبر 2، پشاور

فون/فیکس: (091) 214495

4- **نوشھرہ**: آفس نمبر 4، دوسری منزل، کنٹونمنٹ پلازہ، نزد بس اسٹینڈ

فون: (0923)610250 فیکس: (0923)613532

ای میل: nowshera@tanzeem.org

5- **فیصل آباد**: P-157، صادق مارکیٹ، ریلوے روڈ، فیصل آباد

فون/فیکس: (041) 624290

6- **ملتان**: قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی، ملتان فون/فیکس: (061) 521070

7- **گوجرانوالہ**: خواجہ بلڈنگ، بیرون ایمن آبادی گیٹ، نزد شیرانوالہ باغ

فون: (0431) 271673

8- **جھنگ**: مکان نمبر B-XII-1088/I، محلّہ چمن پورہ، جھنگ صدر

فون: (0471) 620637 فیکس: (0471) 614220

9- **سکھر**: 7-A، ہاؤسنگ سوسائٹی، شکار پور روڈ، سکھر فون: (071) 30641

10- **کوئٹہ**: 28 سید بلڈنگ، بالمقابل پبلک ہیلتھ اسکول، جناح روڈ فون: (081)842969